JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION ANDCULTURE(JICC)

Volume 07, Issue 02 (July-December , 2024)

ISSN (Print):2707-689X

ISSN (Online) 2707-6903

Issue: https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/17

URL:https://www.ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/article/view/218

Article DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.14751174

Title A Research Study of Maulana Ashraf Ali Thanvi's Jurisprudential Statements: In the Context of Tafsir-e-Majidi

Author (s): Hafiz Aminullah , Dr, Niaz MUhammad ,Dr,Zia UL Haq

Received on: 15 June, 2024

Accepted on: 15 November,2024

Published on : 25 December 2024

Citation: Hafiz Aminullah , Dr, Niaz MUhammad ,Dr,Zia UL Haq,“ A Research Study of Maulana Ashraf Ali Thanvi's Jurisprudential Statements: In the Context of Tafsir-e-Majidi” JICC:7 no,2 (2024):1-18

Publisher: Al-Ahbab Turst Islamabad

Click here for more

مولنااشرف علی تھانوی کے فقہی اقوال کا تحقیقی مطالعہ: تفسیر ماجدی کے تناظر میں

A Research Study of Maulana Ashraf Ali Thanvi's Jurisprudential Statements: In the Context of Tafsir-e-Majidi

*Hafiz Aminullah
**Dr, Niaz MUhammad
***Dr,Zia UL Haq

Abstract :

Tafsir-e-Majidi is the Quranic exegesis authored by Maulana Abdul Majid Daryabadi (RA), which reflects extensive benefit derived from classical commentators of the Quran. Alongside this, it also draws significant insights from the thoughts of the great Sufi and jurist of his time, Maulana Ashraf Ali Thanvi (RA). This includes his jurisprudential statements, which are scattered throughout the exegesis.
This article presents a research-based study of these statements and is divided into three sections:

1. *Worship (Ibadat)*
2. *Marriage (Nikah)*
3. *Miscellaneous Jurisprudential Statements*

Keywords:

تفسیر ماجدی حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی تفسیر ہے جس کی ترتیب میں اس نے متقدمین مفسرین سے بھرپور استفادہ کے ساتھ ساتھ پنے وقت کے عظیم صوفی وفقیہ مولانااشرف علی تھانویؒ کے افکار سے بھی جابجا کامل استفادہ فرمایاہے۔اوران میں فقہی اقوال بھی ہے اس ارٹیکل میں ان کا تحقیقی مطالعہ پیش کیاجائے گا۔اوریہ تین مباحث پر مشتمل ہیں بحث اول میں عبادات،دوم میں نکاح سوم میں متفرق فقہی اقوال.

* Ph.D Research scholar Department Islamic studies Abdul wali Khan, University,Mardan
* Professor Department Islamic studies Abdul wali Khan, University ,Mardan
*** Assistant Professor College of sharia &Islamic studies, University of sharjah

بحث اول: عبادات کے متعلق اقوال کا تحقیقی مطالعہ

دین میں عبادات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اس کے بغیر دین کا صحیح شکل ہی باقی نہیں رہتا۔ اگرچہ شریعت کے تمام احکام کی تکمیل کرنا عبادت ہے مگر عام طور پر عبادت سے مراد نماز، روزہ، زکاۃ، حج روزہ صحیح نیت وغیرہ ہوتے ہیں اس لیے ان اعمال کے متعلق تھانوی صاحب کے اقوال کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائیگا۔

اوقات نماز کے بارے میں قول

"فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ"[1]"وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ"[2]

"کہ یہ اوقات تجدد نعمت وزیادت ظہور آثار قدرت کے ہیں، ان میں تجدید تسبیح کی مناسب ہے، بالخصوص نماز کے لیے یہی اوقات ہیں،"[3]

وقت کا تبدیل ہونا اللہ تعالی کی طرف سے نعمت ہے اس لیے کہ اگر ہمیشہ کے لیے ایک وقت ہوتا تو پھر یہ انسان پھر مشکل ہو جاتا اور اس سے انسان تنگ ہو جاتا جیسا کہ اگر ابد الا باد کے لیے دن ہوتا تو انسان کو راحت کا موقع نہ ملتا اور اگر اسی طرح رات ہوتی تو بھی انسان کے لیے کام کرنا مشکل ہو جاتا اس لیے تھانویؒ نے اوقات کے تجدید کو نعمتوں اور قدرت الہی کا ظہور لکھا ہے اس لیے ان نعمتوں کے بدلے میں اللہ تعالی کو یاد کرنا چاہیے اللہ تعالی کی یاد کا سب سے بہترین ذریعہ نماز ہے۔

خشوع نماز کے بارے میں اقوال

قول اول خشوع کی حقیقت ہے سکون، یعنی قلب کا بھی خیالات غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی عبث حرکتیں نہ کرے، اور اس کی فرضیت میں کلام ہے مگر حق یہ ہے کہ صحت صلوۃ کا تو موقوف علیہ نہیں، اور اس مرتبہ میں فرض نہیں، اور قبول صلوۃ کا موقوف علیہ ہے اور اس مرتبہ میں فرض ہے "[4]

قول ثانی "کہ خشوع سجدے کی روح ہے وہی اصل مدار قرب ہے "[5]

پہلے قول میں خشوع کی تعریف اور حکم کے بارے میں ذکر ہے کہ خشوع اس کو کہتے ہیں کہ ارداۃً دل میں اللہ تعالی کی علاوہ کسی اور کا خیال نہ لائے اور اعضاء بھی ساکن ہو۔ یعنی دل اور جسم دونوں اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہونے کو خشوع کہتے ہیں۔ امام ابو بکر جصا کہتے ہیں کہ "لفظ خشوع ان تمام معانی کو شامل ہے یعنی نماز میں سکون اختیار کرنا، عاجزی کا اظہار کرنا، دائیں بائیں نہ دیکھنا حرکت نہ کرنا اور خالق سے ڈرتے رہنا"[6] باحث کی نظر میں تھانویؒ

اس کو فقہی فرض تو نہیں قرار دیا ہے کہ اس کے نہ ہونے سے نماز نہیں ہو سکتی لیکن یہ کہ کامل نماز کے لیے خشوع کا ہونا ضروری ہے۔اور یہ سجدہ کا روح ہے اس بارے میں تھانویؒ کا قول ہے۔ بندہ سجدے میں رب کے سب سے نزدیک ہوتا ہے۔اس لیے سجدے میں خشوع کا ہونا لازمی جز ہے۔

فوائد نماز کے بارے میں اقوال

قول اول "کہ نمازیوں کا ھلوع یا بدھمت نہ ہونا دلیل ہے اس کی کہ قوت قلب کا و تحمل شدائد میں نماز کو دخل عظیم ہے اور اس اثر کا مشاہدہ بھی کیا جا سکتا ہے "[7]

قول ثانی "نماز کے پابند ہو جاؤ کہ اس سے مرض حب جاہ کا علاج ہو جائے گا "[8]

ان اقوال میں نماز پڑھنے کے فوائد بیان ہوئے ہیں کہ نمازی کا دل مضبوط اور مصائب کو برداشت کرنے والا ہوتا ہے باحث کی نظر میں یہ اس لیے ہوتا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے اس کا اللہ تعالی پر یقین مضبوط ہوتا ہے اس یقین کی وجہ سے وہ یہ سمجھتا ہے جو کچھ بھی ہوتا ہے وہ مالک کی طرف سے ہوتا ہے بوجہ ایں وہ ھمت اور تحمل والا ہوتا ہے۔دو امراض ایسے ہیں جس سے انسان ہلاک ہوتا ہے حب جاہ اور حب مال نماز کے پابندی سے بندہ حب جاہ سے چھٹکارہ پاتا ہے۔ نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہے نماز کے پابندی سے جہاں اس رکن کی تکمیل ہوتی ہے وہاں اس کے روحانی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

مصارف زکوۃ کے متعلق اقوال

"اِنَمَا الصَّدَقَاتُ لِلۡفُقَرَآءِ وَالۡمَسَاكِيۡنِ وَالۡعَامِلِينَ عَلَيۡهَا وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُهمۡ وَفِي الرِّقَابِ"[9]

قول اول " گردن چھڑانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی غلام کو اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ تو اتنا روپیہ دے دے تو آزاد ہے اس غلام کو زکوۃ دی جائے تا کہ اپنے آقا کو دے کر آزاد ہو جائے "[10]

قول ثانی "صحابہ کے وقت اجماع ہو گیا ان کے عدم استحقاق پر جو علامت ہے حکم سابق کے منسوخ ہو جانے کی "[11]

ان اقوال میں دو قسم کے مصارف کا ذکر ہے غلام اور مؤلفۃ قلوب غلام سے مراد وہ ہے جسکو مالک نے یہ کہہ دیا کہ اتنا روپیہ دے دو تو آزاد تو ایسے غلام کو زکوۃ دینا چاہیے تا کہ وہ غلامی کی بندھن سے نکل جائے

مصارف زکوۃ میں مؤلفۃ قلوب کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے لیکن تھانویؒ کی قول کے مطابق اب یہ حکم منسوخ ہے باحث کی نظر میں مولفۃ قلوب سے مراد وہ لوگ جن کے دلجوئی کے لیے مالی طور پر مدد کی جاتی تھی اس میں

مسلم اور غیر مسلم دونوں ہوتے تھے علامہ جصاصؒ فرماتے ہیں: تالیف قلب کی تین صورتیں تھیں کافروں کی دلجوئی اس طرح کیجاتی کہ انھیں مال دے کر مسلمانوں کو ان جارحیت سے محفوظ کر لیا جاتا نیز یہ دوسرے مشرکین کے مقابلہ کے لیے ان سے کام لیا جاتا، دوسری صورت یہ تھی کہ کہ کافروں اور مشرکوں کو مال دے کر انھیں اسلام کی طرف رغب کیا جاتا تیسری صورت یہ تھی کہ کہ جو لوگ نئے نئے اسلام مُں داخؒ ہو چکے ہیں انکو اسلام پر ثابت قدم رکھنے کے لیے مال دی جاتی "[12]

اس بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے کہ آیا کسی غیر مسلم کو نبی ﷺ نے زکوۃ میں سے کچھ دیا ہے کہ نہیں۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ

"وبالجملة فكلهم مؤمن ولم يكن فيهم كافر"[13]

کہ مؤلفۃ قلوب سب کے سب مسلمان تھے ان میں کوئی کافر شامل نہیں تھا

جن غیر مسلموں کو دینا ثابت ہے وہ خمس میں سے دیا گیا تھا۔ اب یہ حکم بدستور باقی ہے اس بارے میں مفتی شفیعؒ لکھتے ہیں:

"مولفۃ قلوب صرف مسلم رہ گئے اور ان میں جو فقراء ہیں ان کا حصہ بدستور باقی ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہے اختلاف صرف اس صورت میں رہ گیا کہ یہ لوگ غنی صاحبِ نصاب ہوں تو امام شافعیؒ امام احمد کے نزدیک چونکہ تمام مصارف میں فقر و حاجت مندی شرط نہیں، اس لیے وہ مؤلفۃ قلوب میں ایسے لوگ بھی داخل کرتے ہیں جو غنی اور صاحب نصاب ہیں۔"[14]

زکوۃ کے فائدے کے متعلق قول

"زکوۃ دیتے رہو کہ اس سے مرض حب مال کی اصلاح ہو جائے گی"[15]

اسلام میں زکوہ مالی عبادت ہے یہ معاشرہ کے فلاح و بہبود کا بہتریں ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے سے مفلس اور غریب لوگوں کی کفالت ہوتی ہے۔ اور معاشرہ میں توازن برقرار رہتاہ ہے لیکن اس کا روحانی فائدہ بھی تھانوی نے ذکر کیا ہے کہ زکوۃ دینے سے بندے کے اندر سے مال کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔

دعا کے بارے میں اقوال

"قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا"[16]

قول اول "کہ دعا میں الحاح و لجاجت کی افضیلت اس آیت سے نکلتی ہے"[17]

"وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا"

قول ثانی "ایک یہ کہ اولاد صالح کی طلب رکھنا پرہیزگاری کے منافی نہیں، دوسرے یہ کہ کسی ایسی چیز کا طلب کرنا جو اسباب بعید ہی سے پیدا ہو سکے ادابِ دعا کے منافی نہیں "[18]

دعا ہر عبادت کا نچوڑ ہے اور یہ بندے اور معبود کے درمیان ربطہ کا ذریعہ بھی ہے دعا سے بندے کی حاجات بھی پوری ہوتی ہے اور یہ اللہ تعالی کا حکم بھی ہے کہ مجھے سے مانگا کرو لہذا دعا کی عبادات میں بہت زیادہ اہمیت ہے لہذا اس کی آداب کا بھی خیال رکھنا چاہیے اور اس کے آداب میں سے ہے کہ اپنی کمزوری اور عاجزی کا اظہار کیا جائے جیسا کہ زکریا علیہ السلام نے اظہار کیا ہے اور اس سے تھانویؒ نے دو نکتے بھی نکالے ہیں کہ نیک اولاد کی دعا مانگنی چاہیے دوسرا یہ کہ اسباب کے دائرے میں ہی اپنی دعا کرنی چاہیے اور ایسی دعا نہیں کرنی چاہیے جو محال اور ناممکن ہو۔

صحیح نیت کے بارے میں اقوال

قول اول "کہ جو شخص کسی عذر کی بنا پر کسی عمل سے قاصر ہو مگر نیت یہ رکھتا ہو کہ اگر مجھے قدرت ہوتی تو ضرور یہ عمل کرتا، تو وہ اس عمل کی برکتوں سے محروم نہیں رہتا، "[19]

قول ثانی "حضرت موسی علیہ السلام کا ان صاحبزادی کی زبان سے لیجزنک اجر ماسقیت لنا، سن کر چلا آنا اس پر دال ہے کہ اگر عمل بقصدِ عوض نہ ہو، پھر بعدِ عمل کچھ عوض قبول کر لیا جائے، تو یہ منافی اخلاص نہیں "[20]

"فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ"[21]

دین اسلام کا یہ خاصہ ہے کہ اچھے کام کرنے کی نیت کرنے پر بھی اس کو اجر ملتا ہے حدیث میں آتا ہے

"مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا، كُتِبَتْ لَهُ حَسَنَةً"[22]

جو شخص کسی نیکی کا ارادہ کرے لیکن اس پر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس کے لیے اتنا ہی ثواب ہی لکھا جاتا ہے اس کی وضاحت تھانوی صاحب نے کچھ یوں کی ہے قدرت نہ ہونے کے باجود صحیح نیت کی ثواب کے علاوہ اس عمل کے برکات سے بھی محروم نہیں ہو گا۔ اگر ایک کام بغیر ذاتی فائدہ کے صرف اللہ کی رضا کے لیے شروع کیا جائے پھر بعد میں اس کی عوض کچھ مل بھی جائے تو اس سے اخلاص میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔ جیسا کہ تھانویؒ نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ موسی علیہ السلام نے یہ کام مزدوری کے نیت سے نہیں کیا تھا بعد میں جو فائدہ حاصل ہوا یہ اس اخلاص کے منافی نہیں ہے۔

بحث دوم: نکاح کے متعلق کا اقوال کا تحقیقی مطالعہ

نکاح انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے مرد ہو یا عورت جب تک وہ نکاح کے بندھن میں نہ بندھے جائیں تب تک ان کی زندگی مکمل نہیں ہوتی۔ اسلام نے نکاح پر بڑا زور دیا ہے۔ سردار دوجہاں علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں آتا ہے

"النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي"[23] نکاح میری سنت میں سے ہے۔

نکاح کی وجہ سے انسانوں کا سلسلہ چلتا رہا ہے۔ اس بحث میں تفسیر ماجدی میں موجود مولانا اشرف علی تھانوی کے نکاح کے متعلق اقوال کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائیگا۔

نکاح کرنے کے بارے میں اقوال

"وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ"[24]

قول اول "انکحوا عام ہے معاونت وتوسط وتمکین سب کو جیسا جہاں موقع ہو اور اس میں خطاب عام ہے اولیاء یعنی اقارب اور سادات یعنی آقاؤں کو"[25]

قول ثانی "پس عدم غنا کو مانع نکاح سمجھیں اور نہ نکاح کو مانع غناء، اس کا دار و مدار مشیت پر ہے، اگر فقر کے ساتھ مشیت ہو جائے تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہو جائیگا، اور اگر غنا کے ساتھ مشیت متعلق ہو جائے تو باوجود نکاح نہ ہونے کے بھی ہو گا، پس ایسے ارتباطات وہمیہ باطلہ پر کیوں نظر کی جائے،"[26]

نکاح کرنے کی رغبت اسلام نے دلائی ہے کہ جو مرد یا عورت مجرد ہے اس کو چاہیے کہ وہ نکاح کرے عند االاحناف نکاح کرنا نفل عبادات سے زیادہ ثواب والا کام ہے قول اول میں میں خطاب کے عمومیت کے طرف اشارہ ہے کہ اس میں صرف ولی کو حکم نہیں ہے بلکہ ہر مسلمان کو امر ہے کہ جو بھی مجرد ہے اس کے نکاح کرادو۔ اور یہ عمل استحباب کے درجے میں ہے واجب نہیں ہے۔ اور اس کے لیے مالدار ہونا بھی ضروری نہیں جیسا قول ثانی میں تھانوی صاحب فرماتے ہیں کہ مالداری اور فقیری یہ سب اللہ تعالی کی مشیت ہے اس لیے فقر کو نکاح کے لیے مانع نہ سمجھے اور نہ ہی نکاح کو مالداری کے لیے رکاوٹ یہ باطل اوہام ہے ان سے بچنا چاہیے۔

کن مسلمان عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں

"غرض مدار محرمیت پر ہے، اور محرم وہ رشتہ دار ہے جس سے ابدا نکاح حرام ہو خواہ نسب سے ہو یا مصاہرۃ سے یا

رضاع سے البتہ بعض فقہاء نے زمانے کے فتن کو دیکھ کر مصاہرت اور رضاع سے خلوت میں بیٹھے رہنے کو منع کیا ہے "[27]

اسلام نے جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام قرار دیا ہے ان کو قرآن پاک نے محرمات سے موسوم کیا ہے جس کے بارے میں تھانوی کا قول ہے اس میں تین قسم خواتین کے ساتھ نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ایک: محرمت نسب: یعنی وہ عورتیں جن کے ساتھ نسبی تعلق کے وجہ سے نکاح حرام ہے۔دوم محرمات رضاعت: یعنی وہ عورتیں جن سے دودھ پینے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں ہے۔سوم: محرمات مصاہرت: یعنی وہ عورتیں جن سے سسرالی رشتے کی وجہ سے نکاح حرام ہے۔اور باحث کی نظر میں چہارم: جمع بین المحارم: دو محرم عورتوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔اور اسی کو کتاب اللہ نے "وان تجمعو بين الاختين" کے ساتھ ذکر کیا ہے .

ان سب میں بنیادی وجہ محرم ہونا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ذکر ہے کہ جن کے ساتھ مصاہرت یا رضاعت کا رشتہ ہے بہتر ان کے بارے میں یہ ہے کہ ان کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھا جائے۔تاکہ فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائے۔اس لیے کہ علامہ شامی نے لکھا ہے

" وينبغى للاخ من الرضاع ان لايخلو باخته من الرضاع، لان الغالب هناك الوقوع فى الجماع ، وافاد العلامةالبيرى ان ينبغى معناه الوجوب هنا"[28]

مہر ادا کرنے کے بارے میں اقوال

قول اول " یہ بکریاں اگر ان صاحبزادی کی تھیں، تب تو ان کا مہر ادا کیا جانا ظاہر ہے، اور اگر باپ کی تھیں تو بالغہ کی رضا سے ایسا معاملہ اس شریعت میں بھی جائز ہے، "[29]

وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُمْ مِثْلَ مَا أَنْفَقُوا"[30]

قول ثانی "اگر کفار ایسی عورتوں کا مہر ان کے مسلمان شوہروں کو واپس نہ کریں تو جو مہر کفار کا مسلمانوں کے ذمے واجب الاداء ہے، وہ ان کفار کی جگہ ان مسلمان شوہروں کو دیے دیا جائے، برابری کی صورت میں تو کچھ تکلف نہیں، اور کمی بیشی میں یہ حکم تھا کہ جو کفار کا بچے، وہ کفار کو دے دیا جائے اور جو اپنا رہے اس کا مطالبہ ان سے کیا جائے، اور یہ حکم بھی مخصوص تھا اسی واقعہ کے ساتھ "[31]

مہر عورت کا حق ہے جو نکاح کی وجہ سے خاوند کے ذمے اس کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ جب حضرت شعیب علیہ

الصلاۃ والسلام نے موسی کلیم اللہ سے کہا کہ میں ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا تیرے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہوں، اس شرط پر کہ آپ آٹھ برس تک میرے ہاں کام کاج کریں اور دس پورے کر دیں مہربانی ہوگی، یہ آٹھ برس کی نوکری گویا حضرت کا مہر تھا یہ معاملہ دین موسوی میں تھا ان میں خدمات بھی بطور مہر قرار پاتی تھیں۔اب سوال یہ بنتا ہے کہ یہ بکریاں کس کی تھی اگر اس لڑکی کی تھی پھر تو لڑکی کو حق مہر مل گیا۔ لیکن اگر یہ اس کی والد محترم کی تھی تو پھر یہ کیسا حق مہر بن گیا۔اس بارے میں تھانویؒ کی رائے ہے کہ وہ بالغہ تھی اور اس کی رضامندی سے ایسا کرنا جائز تھا۔

آغاز اسلام میں مسلمانوں نے ہجرت کی تو اس وقت صورت حال کچھ عجیب سی تھی شوہر مسلمان تو بیوی کافر اور اگر بیوی مسلمان تو خاوند کافر اسی صورت حال میں مہر کے بارے میں جو حکم تھا ۔وہ حکم مخصوص تھا یعنی بعد میں آنے والوں مسلمانوں پر لاگوں نہیں ہوتا تھا۔

عدت گزارنے کے بارے میں قول

"يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا"[32]

"تمسوھن،، ہاتھ لگانہ کنایہ صحبت سے ہے،، حقیقۃ یا حکما مثل خلوت صحیحہ کے، پس دونوں سے عدت واجب ہے"[33]

عورت کو جب طلاق ہو جائے تو اس کے بعد تین حیض تک وہ کسی دوسری مرد سے نکاح نہیں کر سکتا لیکن یہ تب ہے کہ جب عورت کے ساتھ شوہر نے صحبت کی ہو یا خلوت صحیحہ گزارا ہوا اس کی تعریف فتاوہ ہندیہ میں ہے

" والخلوة الصحيحة ان يجتمعا فى مكان ليس هناك مانع يمنعه من الوطء حسا او شرعا او طبعا"[34]

خلوت صحیحہ کا مطلب ہے کہ میاں بیوی دونوں ایسی جگہ پر جمع ہوں جہاں پر ازدواجی تعلقات قائم کرنے میں کوئی حسی شرعی یا طبعی مانع نہ ہوں

اس قول میں اس حکم شرعی کا ذکر ہے کہ جب مومن عورت سے نکاح ہوا، پھر اس کے پاس جانے کے بعد صرف خلوت کا اتفاق ہوا اور صحبت نہ کی اور طلاق دے دی تو عدت بھی لازم ہوگی اور مرد کو پورا مہر بھی دینا پڑے گا،

کیونکہ خلوت بمنزلہ صحبت کے ہے اور یہ بات کہ خلوت کے بعد صحبت کی یا نہیں مشکل ہے۔اس لیے فقہاء نے خلوت کو ہی بمنزلہ صحبت مانا ہے ۔

پردے کے بارے میں اقوال

"وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ"[35]

قول اول "اس سے یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ زیور کے صوت کے اخفاء کا ایسا اہتمام ہے تو خود صاحب زیور کی صوت کا کہ اکثر مورث فتنہ و میلان ہو جاتی ہے، اخفاء کیوں نہ قابل اہتمام ہوگا نیز یہ بھی مفہوم ہو سکتا ہے کہ جب صوت ایسی قابل اخفاء ہے تو صورت کیوں نہ قابل اخفاء ہو گی کہ اصل مبداء فتنہ ہے "[36]

قول ثانی "کہ ظاہرا حضرت سارہ پہلے اس جگہ نہ تھیں شاید وہ پردہ میں ہوں پھر جب معلوم ہو گیا، فرشتے ہیں ان سے کیا پردہ سامنے چلی آئیں، جیسا کہ ایک دوسرے جگہ قرآن کے لفظ فاقبلت سے معلوم ہوتا ہے "[37]

اسلام نے عورت کے پردہ کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ اس کے زیور کے آواز کو بھی پردہ میں شامل کیا ہے اور عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ اپنی زیور کے صوت کو پست رکھے۔اس قول میں حکیم الامتؒ زیور سے صاحب زیور کے پردہ پر استدلال کر رہا ہے کہ جب زیور کی آواز کو مخفی رکھنے کا حکم ہے جو کہ خود کوئی چیز نہیں ہے بلکہ عورت کی وجہ سے یہ حکم ہے تو اس کی وجہ فتنہ میں مبتلا ہونا ہے اور آواز کی بجائے چہرہ زیادہ فتنہ کا سبب بنتا ہے اس لیے عورت کی صورت کو بدرجہ اولی پردہ میں شامل ہونا چاہیے۔ باحث کی نظر میں اشارہ النص کے ذریعے چہرہ کے پردہ کو ثابت کیا ہے۔ لیکن باحث کی نظر میں یہ مسئلہ فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے کہ چہرہ کا پردہ فرض ہے واجب ہے یا مستحب ہے۔

شروع میں جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھانا پیش کیا اس وقت حضرت سارہ وہاں نہیں تھی اس لیے کہ نصوص میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن جب ان کو پتہ چل گیا کہ فرشتے ہیں اس لیے وہ سامنے آئیں باحث کی نظر میں قول ثانی سے معلوم ہوتا ہے کہ پردہ اس وقت بھی تھا۔

عورت کو بہ وقت ضرورت دیکھنے کے بارے میں قول

"کہ جس کی اجازت بہ ضرورت دی، اس سے حظ نفس کا قصد جائز نہین جیسے طبیب یا گواہ، عورت یا اس کے جسم کو بہ ضرورت دیکھے، بہ قصد شہوت نظر کرنا حرام ہے "[38]

اصل تو یہ ہے کہ عورت کو دیکھنا حرام ہے لیکن اگر ایسی ضرورت پڑ جائے جس میں عورت کا دیکھنا ضروری ہو تو شریعت نے اس کی اجازت دی ہے اور اس قول سے یہ اصول نکلتا ہے کہ جس چیز کی اجازت جس حد تک ہے اس ضرورت تک اس کا استعمال جائز ہے جیسا کہ فقہ کا کلیہ ہے " الضرورات تبیح المحظورات"[39] لیکن اس سے زیادہ حرام ہے، مثلاً مریضہ ہو تو ڈاکٹر کا معائنہ کے لیے دیکھنا صحیح ہے اور اسی طرح کسی مسئلہ میں گواہ ہو تو جج کا بطور گواہ اس کا دیکھنا جائز ہے وغیرہ۔

فصل ثالث، فقہی اقوالِ متفرقہ کا تحقیقی مطالعہ

تفسیر ماجدی میں مولانا عبد الماجد دریابادی نے عبادات اور نکاح کے علاوہ مختلف قسم موضوعات پر جیسا کہ سیاست، سحر اور جانوروں کے بارے میں تھانویؒ کے اقوال کا ذکر کیا ہے جس کا اس بحث میں ان اقوال کا تحقیقی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

امر مباح کے بارے میں قول

" محض ایک امر مباح کے لیے صیغہ امر کا وارد ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ جس مباح کے ترک سے اس کے ممنوع ہونے کا شبہ ہونے لگے، اس مباح کا کرنا ہی مطلوب ہوتا ہے۔ اور یہیں سے ان متشددین کی غلطی بھی واضح ہو جاتی ہے، جو مباحات کے ترک کر دینے میں حرام ہی کی طرح تشدد و غلو رکھتے ہیں "[40]

ہر عمل کا ایک خاص حکم ہوتا ہے اور شریعت نے اس حوالے سے درجہ بندی کی ہیں جیسے حرام، حلال اور مباح اس میں افراط و تفریط سے کام لینا غلط ہے اس حوالے سے تھانوی صاحب کا قول نقل ہے۔ مباح امور میں تشدد سے کام نہیں لینا چاہیے جہاں پر ایسا ہو رہا ہو تو وہاں پر اس کام لازم کو کیا جائے تا کہ لوگوں کے ذہنوں سے یہ چیز نکل جائے کہ یہ کوئی حرام عمل ہے۔ اور شریعت میں اس کو غلو کہتے ہیں کہ اور اس بچنے کا حکم ہے حدیث میں آتا ہے " وَاِیّاکُمْ وَالْغُلُو فِی الدِّینِ فَاِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِالْغُلُوِّ فِي الدِّیْنِ"[41]

دین میں غلو سے بچو یقیناً تم سے پہلے لوگ دین میں زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں۔

سیاست اور حکومت کے بارے میں اقوال

"وَاَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ"[42]

قول اول "کہ ان آیاتوں میں جو تدابیر حرب و سیاست بتائی گئی ہے، ان سے وہ صاف دلالت اس امر پر ہو رہی ہے

کہ یہ سیاسی تدبیریں بڑے سے بڑے کمالات باطنی کے بھی منافی نہیں جیسا کہ غالی و ناقص صوفیہ نے خیال کر رکھا ہے"[43]

"قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ"[44]

قول ثانی "کہ کافروں کا مغلوب اور مومنوں کا غلب ہونا ایک نعمت عظیم ہے، پس ترک دنیا کے یہ معنی نہیں کہ مؤمن کافروں کے ہاتھ میں، بلا کسی عذر و مجبوری کے ذلت وخواری ساتھ پڑا رہے"[45]

دفاعی حوالے سے جدید قسم کے ٹیکنالوجی استعمال کرنا اور جدید دور کے لحاظ سے سیاسی تدابیر اختیار کرنا ہی شریعت کا منشاء ہے جدید علوم کو اپنانا اور اس میں ترقی حاصل کرنا یہ عین شریعت ہے اور ان چیزوں کو ایمانی ترقی میں رکاوٹ سمجھنا ہی تشدد ہے۔

قول ثانی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا میں اسلام کو غالب کیا جائے اور یہ تب ہو سکتا ہے جب کفار پر غلبہ حاصل ہو جائے کفار پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے دنیاوی میدانوں میں ان کو شکست دینا ضروری ہے اور اس لیے باحث کی نظر میں ہر میدان میں ایسے شخصیات کا پیدا کرنا ضروری ہے جو کہ اس میدان کے ماہر ہو۔ان میدانوں کو چھوڑنا اپنے آپ کو خود ذلت میں ڈالنا ہے۔

عہدہ طلب کرنے کے بارے میں قول

"قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَائِنِ الْأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ"[46]

قول اول "کہ آیت میں دلالت ہے کہ منصب و حکومت کی درخواست جبکہ اس میں مخلوق کا نفع ہو، اور خود اپنا یہ ضرر نہ ہو کہ غیر اللہ میں مشغول ہو جائے قادح کمال نہیں"[47]

قول ثانی "مال و جاہ کا بہ قدر ضرورت اپنے اور اپنے اھل عیال کے لیے طلب کرنا مذموم نہیں، خصوصا جب کہ اعانت علی الدین کے لیے ہو جیسا کہ لیقیموا الصلاۃ اور لعلھم یشکرون سے ظاہر ہو رہا ہے"[48]

عہدہ طلب کرنے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے

"لَا تَسْئَلِ الْاِمَارَةَ"[49] عہدہ نہ مانگا کرو

لیکن یوسف علیہ السلام نے خود عہدہ طلب کیا تھا جیسا کہ قرآن پاک میں ذکر ہے۔اصل یہ ہے کہ عہدہ کی طلب

نہیں ہونی چاہیے لیکن جہاں پر یہ ہو کہ اس سے انسانیت کو فائدہ ہو رہا ہوں اور خود کسی گناہ وغیرہ میں نہ مبتلا ہو رہا ہو تو پھر اس کی اجازت ہے اس لیے یوسف علیہ السلام نے یہ عہدہ لیا تھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی لیے تھے۔ مال اور جاہ اس غرض سے مانگنا کہ اس سے دین کا کام کرینگے یہ شیوہ ابراہیمی ہے یہ کوئی برا عمل نہیں ہے۔

جانوروں کو سزا دینے کے بارے میں قول

"کہ حیوانات کی تعلیم کے لیے تادیب جائز ہے اور دفع اذی کے لیے قتل بھی جائز ہے، لیکن وہیں جہاں تادیب و دفع اذی مرتب ہو، ورنہ نہیں، چنانچہ ہدہد ہی ہے کہ اب نہ وہ قابل تادیب ہے نہ اس سے کوئی ایذا پہنچتی ہے "[50]

اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جن جانوروں سے انسانوں کو فائدہ پہنچتا ہے ان کو سدھانے کے لیے یا کام پر لانے کے لیے معتدل سزا دینا درست ہے اور جن سے لوگوں کو ضرر پہنچتی ہے ان کو قتل کرنا صواب ہے۔ اسکے علاوہ کو نہ سزا دینا صحیح ہے اور نہ ہی قتل کرنا

حدِ اکراہ بارے میں قول

"فَإِنَّ اللَّهَ مِنْ بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَحِيمٌ"[51]

"جس اکراہ سے مکرہات پر مؤاخذہ نہیں وہ وہ ہے جس میں اتلاف نفس یا اتلاف عضو کا خوف ہو "[52]

باحث کی نظر میں اس قول سے شرعی مجبوری کی حد معلوم ہو رہی ہے یعنی اگر کوئی کسی کو گناہ پر مجبور کرے تو مجبوری کی کس حد پر مواخذہ ہوگا اور کس پر نہیں اس کے لیے حد یہی ہے کہ جب موت کا خطرہ یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو تو اس مجبوری پر مؤاخذہ نہیں ہوگا نہ کہ صرف دھمکانے یا ڈرانے پر اور اس وجہ سے فقہاء نے مجبوری کے دو اقسام بیان کیے ہیں جیسا کہ علامہ سمرقندی لکھتے ہیں

"لاکراہ نوعان نوع یوجب الالجاء :والاضرار کالتخویف بالقتل وقطع العضو والضرب المبرح المتوالی الذی یخاف منه التلف ونوع لایوجب کالتخویف بلحبس والقید والضرب الیسیر "[53]

مجبوری کے دو اقسام ہیں ایک وہ جو نقصان اور الجاء کو لازم کرتی ہے جیسے قتل اور اندام کے تلف ہونے کا ڈر یا ایسی سخت مار جیسے ناکار ہونے کا خوف ہو اور دوسری قسم وہ ہے جو نقصان کو لازم نہیں کرتا جیسا کہ قید اور ہلکا مار مزید اس کے احکام کے بارے میں رقم طراز ہے۔

"امالذی یحتمل الاباحة کشرب الخمر وَاکل المیتة والخنزیرفانکان ذالک الاکراہ بما یوجب الاضطرار وَھو القتل وَقطع الْعُضْو فان اکن غالب حال المکرہ أَنه یقتله لو لم یشرب فانَهُ یباح له شربه وتناوله لان ھذا ممایباح عند الضرورۃ "[54]

وہ جو اباحت کا احتمال رکھتی ہے جیسا کہ شراب پینا یا خزیر اور مردار کھانا وغیرہ اگر واقعی مکرہ کی حالت ایسی ہو کہ وہ اس کو نہ پینے پر یا نہ کھانے پر قتل کریگا تو ایسے حالت میں میں ضرورت کی حد تک اس کا پینا اور کھانا جائز ہے۔

سحر کے بارے میں اقوال

قول اول "سحر کے کفر یا فسق وغیرہ ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس میں کلمات کفریہ ہو مثل استعانت شیاطین و کواکب وغیرہ تب تو کفر ہے خواہ اس سے کسی کو ضرر پہنچایا جائے یا نفع پہنچا جائے اور اگر کلمات مباحہ ہوں تو اگر کسی کو خلاف اذن شرعی کسی قسم کا ضرر پہنچایا جائے یا کسی اور غرض ناجائز میں استعمال کیا جائے تو وہ فسق و معصیت ہے اور اگر ضرر نہ پہنچایا جائے اور نہ کسی اور غرض ناجائز میں استعمال کیا جائے تو اسے عرف میں سحر نہیں کہتے بلکہ عمل یا عزیمت یا تعیوذ گنڈا کہتے ہیں اور وہ مباح ہے اور اگر کلمات مفہوم نہ ہوں تو بروجہ احتمال کفر ہونے کے واجب الاحتراز ہے۔اور کفر عملی کا اطلاق ہر ناجائز پر صحیح ہے "[55]

سحر کے متعلق اقوال پر تحقیقی مطالعہ سے پہلے سحر کو جاننا ضروری ہے اس لیے پہلے سحر کی تعریف ذکر کیا جاتا ہے۔

قاموس میں لکھا ہے:

"کہ سحر بالکسر لغت میں ہر ایسے اثر کو کہتے ہیں جس کا سب ظاہر نہ ہوں "[56]

اس تعریف کے رو سے ہر وہ عمل چاہے وہ الفاظ کے ذریعے ہو یا محسوسات کے ذریعے ہو لیکن ظاہری طور پر نظر آنے والا نہ ہو وہ سحر میں داخل ہے شریعت میں اس کا کیا حکم ہے اس بارے میں تھانوی صاحب کی قول اول نقل ہے اس قول سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ سحر میں اگر کلمات کفر وغیرہ کا استعمال ہو جائے تو پھر یہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ہے اور یہ کفر ہے اس میں شک نہیں لیکن اگر ایسے الفاظ کا استعمال ہو جیسا کہ آیت وغیرہ کا لکھنا یہ عمل جائز ہے لیکن جس مطلب کے لیے یہ کام کیا جارہا ہے ہ کام کیسا ہے اگر وہ کام گناہ والا ہے پھر تو یہ بھی گناہ ہے لیکن اگر وہ کام صحیح ہے تو پھر یہ عمل مباح ہے۔ جس کو عرف عام میں تعویذ کہتے ہیں۔ لیکن اس میں لکھنے والے الفاظ ایسے ہیں جس میں کا کوئی مفہوم نہیں تو پھر شبہ کی بنا پر اس سے بچنا لازم ہے۔

- مولانا عبدالماجدی دریابادی اپنی تفسیر میں مختلف اقوال کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی کے قول کے سب سے آخر میں ذکر کرتے ہیں جو کہ باحث کی نظر میں خلاصہ کلام ہوتا ہے۔
- مولانا اشرف علی تھانوی خود ایک متکلم بھی تھے اس لیے آپ کے اقوال میں متکلمانہ اسلوب نمایاں ہے ۔اسلامی عقائد اور تصوف پر مختلف انداز واسلوب میں آپ کی تحریریں نمایاں نظر آتی ہے۔
- تفسیر ماجدی میں مولانا اشرف علی تھانوی نے جو فقہی اقوال ذکر کیے گئے ہے وہ تمام حنفی مسلک کے مطابق ہے۔
- مولانا اشرف علی تھانوی کے تحریرات اور اقوال بہت مشکل ہے عام آدمی کے لیے ان کا سمجھنا آسان نہیں ہے اس لیے ان تحریرات کو آسان الفاظ میں تشریح وتوضیح کے ساتھ پیش کیا جائے۔

حوالہ جات

---

[1] سورہ الروم: ۳۰/ ۱۷

[2] ایضا: ۳۰/ ۱۸

[3] مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**،۵/ ۲۴۲

[4] ایضا،۳/ص۳۹۷

[5] ایضا،۷/ ۵۷۷

[6] امام ابو بکر، جصاص، **احکام القرآن**،۵/ ۹۱

[7] مولانا عبدالماجد دریابادی **تفسیر ماجدی**،۱/ ۳۲۳

[8] ایضا،۱/ص۱۱٦

[9] سورہ التوبہ: ۹/ ٦۰

[10] مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**،۲/ ۳۷۰

[11] ا ایضا،۲/ ۳۴۹

[12] امام ابو بکر، جصاص، **احکام القرآن**،۴/ ۳۲۴

[13] ابو عبداللہ محمد بن احمد، **الجامع لاحکام القرآن**، (تفسیر قرطبی)،۸/ ۱۲۱

14 مفتی شفیع، **معارف القرآن**، ۴/۴۰۴

15 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۱/۱۱۷

16 القرآن سورہ مریم، ۱۹:۴

17 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۳/

18 ایضا، ۳/۱۷۱

19 ایضا، ۳/ ۳۹۴

20 ایضا ، ۵/۱۴۵

21 القرآن سورہ التوبۃ، ۹:۷۷

22 مسلم بن حجاج، **صحیح مسلم**، کتاب الایمان، باب اذا ھم العبد بحسنۃ، کتبت واذا ھم بسئیۃ لم تکتب، ۱/۱۱۸، حدیث نمبر ۱۳۰

23 ابن ماجہ، ابو عبداللہ محمد بن یزید، **سنن ابن ماجہ**، داراحیاء الکتب العربیۃ، ۱/۵۹۲، حدیث نمبر ۱۸۴۶

24 القرآن، سورہ النور، ۲۴:۳۳

25 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۳/۳۲۱

26 ایضا، ۳/۴۶۲

27 ایضا، ۳/۴۵۷

28 ابن عابدین ، محمد امین بن عمر، **رد المحتار علی الدر المختار**، دار الفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ، کتاب الحضر والاباحۃ، فصل فی النظر والمس، ۶/۳۶۹

29 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۵/ ۱۴۶

30 القرآن، سورہ الممتحنۃ: ۶۰:۱۱

31 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۷/ ۲۰۹

32 القرآن، سورہ الاحزاب، ۳۳:۴۹

33 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۵/ ۳۲۷

34 **فتاوہ الھندیہ**، دار الفکر، طبعۃ ثانیۃ، ۱۳۱۰ھ، کتاب النکاح، الباب السابع فی المھر، ۱/۳۰۴

35 القرآن، سورہ النور: ۲۴:۳۱

36 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۳/ ۴۴۶۰

37 ایضا ، ۲/ ۵۴۴

38 مولانا عبدالماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی** ۱/۸۵۲

[39] محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، **المبسوط**، دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ، ۱۵۴/۱۰

[40] مولانا عبد الماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۸۴۸/۱

[41] ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب، **سنن نسائی**، مکتبۃ المطبوعات الاسلامی، حلب، ۱۴۰۴ھ، ۲۶۸/۵ حدیث نمبر ۳۰۵۸

[42] سورہ الانفال، ۶۰/۸

[43] مولانا عبد الماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۳۰۹/۲

[44] القرآن، سورہ الاعراف، ۷:۱۲۹

[45] مولانا عبد الماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۲۱۹/۲

[46] القرآن، سورہ یوسف، ۱۲:۵۵

[47] مولانا عبد الماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۶۲۰/۲

[48] ایضا، ۷۱۸/۲

[49] ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل، **صحیح البخاری**، کتاب الایمان والنذور، باب، ۱۲۷/۸، ۶۶۲۲

[50] ایضا، ۸۵:۵

[51] القرآن، سورہ النور، ۲۴:۳۳

[52] مولانا عبد الماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۳/ ۴۶۵

[53] محمد بن احمد، السمرقندی، **تحفۃ الفقہاء**، دار الکتب العمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ، کتاب الاکراہ، ۲۷۳/۳

[54] ایضا

[55] مولانا عبد الماجد دریابادی، **تفسیر ماجدی**، ۲۰۶/۱

[56] القاموس الوحید،

References

Sure! Here's your content written in Roman English for easier readability:
Surah al-Rum: 30/17
Aiza: 30/18
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 5/242
Aiza, 3/397
Aiza, 7/577
Imam Abu Bakr, Jassas, Ahkam al-Quran, 5/91
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 1/323
Aiza, 1/116
Surah al-Tawbah: 9/60
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 2/370
Aiza, 2/349

Imam Abu Bakr, Jassas, Ahkam al-Quran, 4/324
Abu Abdullah Muhammad bin Ahmad, Al-Jami li Ahkam al-Quran (Tafseer Qurtubi), 8/121
Mufti Shafi, Maarif al-Quran, 4/404
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 1/117
Al-Quran Surah Maryam, 4:19
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 3/—
Aiza, 3/171
Aiza, 3/394
Aiza, 5/145
Al-Quran Surah al-Tawbah, 77:9
Muslim bin Hajjaj, Sahih Muslim, Kitab al-Iman, Bab Iza Hamma al-Abdu BiHasanat, Katabat Wiza Hamma BiSayyiat Lam Tuktub, 1/118, Hadith No. 130
Ibn Majah, Abu Abdullah Muhammad bin Yazid, Sunan Ibn Majah, Dar Ihyaa al-Kutub al-Arabiyyah, 1/592, Hadith No. 1846
Al-Quran, Surah al-Nur, 33:24
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 3/321
Aiza, 3/462
Aiza, 3/457
Ibn Abideen, Muhammad Ameen bin Umar, Radd al-Muhtar Ala al-Durr al-Mukhtar, Dar al-Fikr, Beirut, 1412H, Kitab al-Hazr wa al-Ibahah, Fasl Fi al-Nazar wa al-Mas, 6/369
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 5/146
Al-Quran, Surah al-Mumtahinah: 11:60
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 7/209
Al-Quran, Surah al-Ahzab, 49:33
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 5/327
Fatawa al-Hindiyya, Dar al-Fikr, Tab'a Thaniyah, 1310H, Kitab al-Nikah, al-Bab al-Sabi Fi al-Mahr, 1/304
Al-Quran, Surah al-Nur: 31:24
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 3/4460
Aiza, 2/544
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 1/852
Muhammad bin Ahmad bin Abi Sahl al-Sarkhasi, Al-Mabsut, Dar al-Ma'rifah, Beirut, 1414H, 10/154
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 1/848
Abu Abdul Rahman Ahmad bin Shuaib, Sunan al-Nasa'i, Maktabat al-Matboo'at al-Islamiyyah, Halab, 1404H, 5/268, Hadith No. 3058
Surah al-Anfal, 8/60
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 2/309
Al-Quran, Surah al-A'raf, 129:7
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 2/219
Al-Quran, Surah Yusuf, 55:12
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 2/620
Aiza, 2/718
Abu Abdullah Muhammad bin Ismail, Sahih al-Bukhari, Kitab al-Iman wa al-Nudhur, Bab, 8/127, 6622
Aiza, 85:5

Al-Quran, Surah al-Nur, 33:24
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 3/465
Muhammad bin Ahmad al-Samarqandi, Tuhfat al-Fuqaha, Dar al-Kutub al-Ilmiyyah, Beirut, 1414H, Kitab al-Ikrah, 3/273
Aiza
Maulana Abdul Majid Daryabadi, Tafseer Majidi, 1/206
Al-Qamus al-Waheed